عنوان	صفحہ نمبر

اہلِ کتاب کے مشینی ذبیحہ کا حکم اور اس سلسلے میں امریکی یونیورسٹیوں کے عرب طلبہ کے
خیالات کا شرعی جائزہ ۴۰
بسم اللہ پڑھتے ہوئے مُرغی کو چھُری پر پھیر کر ذبح کرنے کا حکم ۴۶
پیر کو کھلانے کی نیت سے یا غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کا حکم ۵۳

فصل فی الصید وما یجوز أکلہ وما لا یجوز من الحیوان
(شکار اور حلال و حرام جانوروں کا بیان) ۵۴

کوے کی حلّت پر مفصل تحقیق ۵۴
کوّے کی مختلف اقسام اور ہمارے ملک میں پائے جانے والے کوّے کا حکم ۵۹
کوّے کی حلت پر تحقیق ۸۰
پاکستان میں پائے جانے والے کوّے کی حلت و حرمت کا حکم ۸۱
سیہی حرام ہے ۸۲
منگرا مچھلی کا حکم ۸۴

کتاب الأضحیۃ
(قربانی کے مسائل کا بیان) ۸۷

فصل فی من تجب علیہ ومن لا تجب
(قربانی کس پر واجب ہے کس پر نہیں) ۸۹

صفحہ نمبر	عنوان

۱: پورے گھرانے کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے یا ہر ایک کی الگ الگ قربانی ضروری ہے؟ ۸۹
۲: کیا والدین کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے؟ ۸۹
اپنی کل رقم کسی کو قرض دے دینے والے پر قربانی کے حکم میں تفصیل ۹۰
نابالغ مال دار پر زکوٰۃ، قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور اور ہدایہ کی بظاہر متضاد عبارات کی تحقیق ۹۲
غیر صاحبِ نصاب تین بھائیوں کا انفرادی یا اجتماعی طور پر قربانی کرنے کا حکم ۹۳
عالمِ دین کے لئے حج و قربانی کے قابل جمع کی گئی تنخواہ پر یہ فرائض ادا کرنا لازم ہیں ۹۴
مقروض پر قربانی کے حکم کی تفصیل ۹۵

﴿فصل فی وقتِ الأضحِیۃ﴾
(قربانی کے وقت کا بیان) ۹۷

جس شخص کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے، اُس کے ملک میں ایامِ قربانی ختم نہ ہونے کا لحاظ رکھنا لازم ہے (فتاوی رحیمیہ اور دار العلوم لندن کے فتاوی کا جائزہ) ۹۷

﴿فصل فی مایکون عیباً فی الأضحیۃِ ومالا یکون﴾
(قربانی میں عیب کا بیان) ۱۰۵

لنگڑے جانور کی قربانی کا حکم ۱۰۵

﴿فصل فیمایتعلق بالشرکۃ فی الضحایا والتضحیۃِ عن الغیر﴾
(قربانی میں متعدد حصوں اور دوسرے کی طرف سے قربانی کا بیان) ۱۰۶

صفحہ نمبر	عنوان

والدہ مرحومہ کی نیت سے ذبح کیا گیا جانور کس کی طرف سے ادا ہوا؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۶

۱: بڑے جانور میں قربانی کے حصوں کی مختلف صورتیں اور ان کا شرعی حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۷

۲: چھ افراد کا اپنی واجب قربانی کے علاوہ ساتواں حصہ مشترک طور پر کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے کرنے کا تفصیلی حکم اور مختلف فتاوی کا جائزہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۷

غیر کی طرف سے قربانی میں تعدد کی تحقیق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸

فصل فی نذر الأضحیۃ

(قربانی کی نذر ماننے کا بیان) ۱۲۳

’’بکری کا ایک بچہ آئندہ عید الاضحیٰ میں قربانی دُوں گا‘‘ الفاظ کہنے کا حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۳

فصل فی جلود الأضحیۃ

(قربانی کی کھالوں کا بیان) ۱۲۵

قربانی کی کھال کی رقم مدرسہ کی تعمیر اور مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنے کی ایک صورت کا حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۵

صاحبِ نصاب امام کو قربانی کی کھال دینے کا حکم (فتاوی عثمانی کے ایک مسئلہ کی وضاحت) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۶

فصل فی متفرقات الأضحیۃ

(قربانی کے مختلف مسائل کا بیان) ۱۲۸

قربانی کے لئے خریدا گیا جانور اگر بیمار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۸

قربانی کے لئے تیسرا جانور خریدنے کے بعد پہلے ذبح نہ کئے گئے دو جانوروں کا حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۹

بہو کا سسر کی طرف سے بھیجے جانے والے بکرے سے قربانی کا حکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰

صفحہ نمبر	عنوان

ذبح کرنے کی اُجرت لینے کا حکم اور یہ اُجرت کس کے ذمے ہے؟ ۱۳۱
قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ ۱۳۱

﴿فصل فی العقیقۃ﴾

(عقیقے کے مسائل) ۱۳۲
عقیقے کی شرعی حیثیت اور لڑکے کے لئے دو بکروں کی استطاعت نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ... ۱۳۲
عقیقے کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ ۱۳۲
گائے کے ذریعہ عقیقہ کا حکم ۱۳۳
لڑکے کے عقیقہ کے لئے دو اور لڑکی کے لئے ایک حصہ کرنے کا حکم ۱۳۳
عقیقہ کی گائے میں لڑکے اور لڑکی کے حصوں کی تفصیل ۱۳۵
گائے میں عقیقہ کرنے کا حکم ۱۳۶
ایک گائے میں پانچ بچوں کے عقیقہ کا حکم ۱۳۶
عقیقہ میں گائے اور بھینس کرنے کا حکم ۱۳۶

﴿کتاب إحیاء الموات وما یتعلق بالرکاز والأراضی الشاملات وغیرها﴾ ۱۳۹

(بنجر اور غیر آباد زمینوں کی آباد کاری خزانوں، دفینوں اور اراضی شاملات سے متعلق مسائل)
صوبہ خیبر پختونخواہ کے پہاڑی جنگلات کی شرعی حیثیت ۱۴۱
خودرَو جنگلات کا شرعی حکم اور متعلقہ تحقیق کا فقہی جائزہ (سوال وخط از مستفتی) ۱۴۳

فصل فی من تجب علیه ومن لا تجب

(قربانی کس پر واجب ہے کس پر نہیں)

ا: پورے گھرانے کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے یا ہرایک کی الگ الگ قربانی ضروری ہے؟

۲: کیا والدین کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے؟

سوال:- (خلاصۂ سوال) ہم پانچ بھائی ہیں، سب شادی شدہ ہیں، والدین بھی زندہ ہیں، ہم سب کی آمدنی الگ ہے، رہتے سب بمع والدین ایک مکان میں ہیں، تو کیا ہم سب پر الگ الگ قربانی واجب ہے یا کہ ایک قربانی سب کے لئے کافی ہے؟ سب بھائیوں کے پاس مجموعی طور پر ساڑھے سات تولے سونا اور باون تولے چاندی ہے۔

۲: کیا والدین کی طرف سے ایک بھائی قربانی دے سکتا ہے جب کہ نان ونفقہ ہم سب دیتے ہیں؟

جواب ا:- قربانی ایک عبادت ہے جو ہر عاقل وبالغ صاحبِ نصاب پر الگ الگ فرض ہوتی ہے،[1] لہٰذا جس طرح خاندان میں سے ایک شخص کے نماز پڑھنے سے تمام افراد کی نماز اَدا نہیں ہوتی، اسی طرح ایک قربانی بھی سب کی طرف سے کافی نہیں، ہر مالکِ نصاب کو الگ الگ قربانی کرنی چاہئے،[2] البتہ ایک گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔[3]

(۱و۲) دیکھئے اگلے صفحہ کا حاشیہ نمبر۲۔ نیز دیکھئے: کفایت المفتی ج:۸ ص:۱۸۱

(۳) وفی مشکوۃ المصابیح باب فی الأضحیة ص: ۱۲۷ (طبع قدیمی کتب خانه) عن جابر رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: البقرة عن سبعة الجزور عن سبعة، رواه مسلم وأبوداؤد واللفظ له۔

و فیها أیضا باب فی الأضحیة ص: ۱۲۸ (طبع قدیمی کتب خانه) و عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فحضر الأضحی ..... (باقی اگلے صفحہ پر)

۲:- جی ہاں! والدین کی طرف سے قربانی بلاشبہ کی جاسکتی ہے، اگر ان پر واجب نہیں ہے تو ان کی طرف سے نفلی قربانی کی جاسکتی ہے، ثواب ان کو بھی ملے گا اور کرنے والوں کو بھی، لیکن ان کی طرف سے قربانی کرنے پر اپنی طرف سے جو قربانی کرنا واجب ہے وہ ساقط نہ ہوگا۔(۱)

واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۲/۷/۱۳۸۷ھ
(فتویٰ نمبر ۱۳۹۵/۱۸ الف)

الجواب صحیح
محمد عاشق الٰہی بلندشہری

اپنی کل رقم کسی کو قرض دے دینے والے پر قربانی کے حکم میں تفصیل

سوال:- ہندہ نے زید کو کل رقم و زیور جو کہ نصاب کو پہنچتا تھا، بطورِ قرض چھ ماہ کے لئے دیا تھا، لیکن ایک سال سے تجاوز ہوگیا، ہنوز زید نے واپس نہیں کیا، ہندہ کے پاس مذکورہ رقم و زیور کے علاوہ اور کچھ نہیں، ہندہ اور زید کا تعلق ماں بیٹے کا ہے، لیکن کشیدگی رہتی ہے، صورتِ ہذا میں کیا ہندہ پر قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے؟ براہِ کرم آگاہ فرمائیں۔

جواب:- صورتِ مسئولہ میں اگر ہندہ کے پاس اتنی رقم ہے کہ وہ اُس سے قربانی کا جانور خرید سکے یا گائے میں حصہ لے سکے تو اُس پر قربانی واجب ہے،(۲) اور اگر اتنی رقم موجود نہیں ہے تو اُس

(گذشتہ سے پیوستہ) = فاشترکنا فی البقرة سبعة و فی البعیر عشرة، رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجه وقال الترمذی: هذا حدیث غریب، وراجع إلی سنن الترمذی أبواب الأضاحی ج:۲ ص: ۲۷۶ (طبع سعید)

(۱) وفی الشامیة ج: ۶ ص: ۳۳۵ (طبع سعید) لو ضحی عن میت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأکل منها، وإن تبرع بها عنه له الأکل لأنه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت، ولهذا لو کان علی الذابح واحدة سقطت عنه أضحیته کما فی الأجناس. قال الشرنبلالی: لکن فی سقوط الأضحیة عنه تأمل اهـ. أقول: صرح فی فتح القدیر فی الحج عن الغیر بلا أمر أنه یقع عن الفاعل فیسقط به الفرض عنه وللآخر الثواب فراجعه.

نیز دیکھئے: کفایت المفتی ج:۸ ص:۲۰۵ (جدید ایڈیشن دارالاشاعت کراچی)

(۲) وفی الدر المختار ج: ۶ ص: ۳۱۲ کتاب الأضحیة (طبع سعید) وشرائطها: الإسلام والإقامة والیسار (وفی الشامیة: والیسار إلخ) بأن ملک مائتی درهم أو عرضا یساویها غیر مسکنه وثیاب اللبس أو متاع یحتاجه) الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر.

وفی الشامیة أیضاً بعد أسطر: له مال کثیر غائب فی ید مضاربه أو شریکه ومعه من الحجرین أو متاع البیت ما یضحی به تلزم.

پرواجب ہے کہ زید سے کم ازکم اتنی رقم کا مطالبہ کرے جس سے قربانی کی جاسکے، اگروہ ادا کرنے پرراضی نہ ہواوراس کے پاس قربانی کے آخری دن تک قربانی کی رقم بغیرقرض مانگے مہیانہ ہوسکے تواس پرقربانی واجب نہیں ہے، "قال فی البزازیة: "له دین حال علی مقر ملیء ولیس عنده ما یشتریها به لایلزمه الاستقراض ولاقیمة الأضحیة إذا وصل الدین إلیه ولکن یلزمه أن یسأل منه ثمن الأضحیة إذا غلب علی ظنه أنه یعطیه " (بزازیه علی هامش الهندیة ج: ٦ ص: ٢٨٧)[1]

اورزکوۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اس پر ہرسال زکوٰۃ فرض ہوتی رہے گی، لیکن اس کی ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب قرض یااس کا کچھ حصہ وصول ہوجائے، یعنی جتنا جتنا وصول ہوتا جائے، اتنے پیسوں کی زکوٰۃ پچھلے سالوں کی بھی ادا کرتی جائے،[2] اوراگرقرض وصول ہونے کا انتظار نہ کرے بلکہ ہرسال زکوٰۃ ادا کرتی رہے تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/۱۲/۱۳۸۷ھ

(فتوی نمبر۴۷۷/۲۷ د)

---

(۱) فی الهندیة ج:۵ ص: ۲۹۲ کتاب الأضحیة الفصل الثانی (طبع رشیدیه کوئٹه) ولو کان علیه دین بحیث لو صرف فیه نقص نصابه لا تجب ، و کذا لو کان له مال غائب لا یصل إلیه فی أیامه.

وفی الجوهرة النیرة ج: ۱ ص: ۴۰۵ (قوله والغارم من لزمه دین) أی یحیط بماله أو لا یملک نصابا فاضلا عن دینه وکذا إذا کان له دین علی غیره لم یکن به غنیا سواء کان نصابا أو أکثر لأنه لم یکن بذلک غنیا.

نیز دیکھئے: احسن الفتاوی ج: ۷ ص: ۵۱۲۔

(۲) وفی الدر المختار ج: ۲ ص: ۲٦٦ و ۲٦۷ (طبع سعید) ولو کان الدین علی مقر ملیء أو معسر ..... فوصل إلی ملکه لزم زکوة ما مضی و سنفصل الدین فی زکاة المال.

وفیه أیضًا ج:۲ ص: ۳۰۵ و اعلم أن الدیون عند الإمام ثلاثة :قوی، ومتوسط، وضعیف؛ فتجب زکاتها إذا تم نصابا وحال الحول، لکن لا فورا بل عند قبض أربعین درهما من الدین القوی کقرض (وبدل مال تجارة) فکلما قبض أربعین درهما یلزمه درهم.

نابالغ مال دار پر زکوٰۃ، قربانی واجب ہے یا نہیں؟

بہشتی زیور اور ہدایہ کی بظاہر متضاد عبارات کی تحقیق

سوال:- نابالغ مال دار پر قربانی، زکوٰۃ اور فطرہ ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور میں ہے کہ اس سے قربانی کرنا ہرگز درست نہیں ہے، لیکن ہدایہ میں اصح قول قربانی دینے پر ہے، فتویٰ کس پر ہے؟

جواب:- فتویٰ بہشتی زیور ہی کے مسئلے کے مطابق ہے، صاحبِ ہدایہؒ نے اگرچہ بظاہر اصح اس کو قرار دیا ہے کہ نابالغ مال دار کے مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے لیکن دوسرے فقہاءؒ نے فتویٰ قربانی کے عدمِ وجوب پر دیا ہے۔ قال فی الدر المختار: (ویضحی عن ولده الصغیر من ماله صححه فی الهدایة (وقیل لا) صححه فی الکافی .قال :ولیس للأب أن یفعله من مال طفله، ورجحه ابن الشحنة. قلت :وهو المعتمد لما فی متن مواهب الرحمن من أنه أصح ما یفتی به .وعلله فی البرهان بأنه إن کان المقصود الإتلاف فالأب لا یملکه فی مال ولده کالعتق أو التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل صدقة التطوع، وعزاه المبسوط فلیحفظ. (شامی)[1]۔

پھر صاحبِ ہدایہ کے کلام پر غور کرنے سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ کہ درحقیقت امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک والد اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی قربانی کرے گا جیسے کہ صدقۃ الفطر میں ان کی طرف سے صدقہ دیتا ہے، اور دوسری روایت جو ظاہر الروایۃ ہے، یہ ہے کہ اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں، چونکہ صاحبِ ہدایہ نے اسی کو ظاہر الروایۃ فرمایا ہے، اس لئے ان کی صنیع سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ آگے حسن بن زیاد کی روایت کی مزید تفصیل یوں فرمائی ہے کہ جب والد پر نابالغ بیٹے کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوا تو آیا وہ اپنے مال سے کرے گا یا بیٹے کے مال سے؟

(۱) ردّ المحتار ج: ٦ ص: ٣١٦ (طبع سعید)

وفی الشامیة أیضاً ج: ٢ ص: ٢٥٨ قوله: عقل وبلوغ .... الخ فلا تجب علی مجنون و صبی لأنها عبادة محضة و لیسا مخاطبین بها .... الخ.

نیز دیکھئے: کفایت المفتی ج:۸ ص:۱۷۹ (جدید ایڈیشن دارالاشاعت)

اس میں اصح اس کو قرار دیا گیا ہے کہ بیٹے کے مال سے کرے گا۔ ان کی عبارت یہ ہے:

وإن كان للصغير مال يضحى عنه أبوه أو وصيه من ماله عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله. وقال محمد وزفر و الشافعي - رحمهم الله :- يضحى من مال نفسه لا من مال الصغير، فالخلاف فى هذا كالخلاف فى صدقة الفطر .وقيل لا تجوز التضحية من مال الصغير، فى قولهم جميعا، لأن هذه القربة تتأدى بالإراقة والصدقة بعدها تطوع، ولا يجوز ذلک من مال الصغير، ولا يمكنه أن يأكل كله .والأصح أن يضحى من ماله ويأكل منه ما أمكنه ويبتاع بما بقى ما ينتفع بعينه. (فتح القدير ج: ۸ ص: ۷۰)[۱]

اور بظاہر یہ ساری عبارت حضرت حسن بن زیادؒ کی روایت پر مبنی ہے۔ هذا ما ظهر لى.

واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۳۹۰/۱۲/۲۳ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

(فتوی نمبر ۳۳۲ /۲۱ الف)

غیر صاحبِ نصاب تین بھائیوں کا انفرادی یا اجتماعی طور پر قربانی کرنے کا حکم

سوال ا:- (خلاصۂ سوال) تین بھائی ہم طعام ہیں اور ان کو اپنے باپ کی میراث جو ملی ہے، اس میں تینوں بھائی اجمالی تصرف سے زندگی بسر کر رہے ہیں، اور ان تینوں کا مجموعہ مال اور کمائی اتنا ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے، اور علیحدہ علیحدہ کر لیا جائے تو قربانی واجب نہیں ہوتی، اگر یہ تینوں میں سے کسی ایک کے نام پر یا تینوں اپنے ماں یا باپ کے نام پر قربانی کریں تو ان کی یہ قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر تینوں مل کر ایک کے نام پر قربانی کریں تو کیا ان کے یا دوسرے لڑکے کی

(۱) ج: ۸ص: ۴۲۹ (طبع رشیدیہ کوئٹہ)

قربانی میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں؟

۲:۔ اگر ان تینوں کے مجموعہ مال پر قربانی واجب نہ ہو اور پھر یہ تینوں میں سے ایک کے نام پر یا دوسرے کسی کے نام پر قربانی کریں تو ان کی یا ساتھیوں کی قربانی میں کوئی نقصان ہوگا یا نہیں؟

جواب ۱ و ۲:۔ صورتِ مسئولہ میں چونکہ تینوں بھائیوں کا الگ الگ حصہ اتنا نہیں جس پر قربانی واجب ہو، اس لئے ان میں سے کسی پر قربانی واجب نہیں ہے، البتہ یہ تینوں آپس کی رضامندی کے ساتھ مجموعی مال سے نفلی طور پر اپنے میں سے کسی ایک کے لئے قربانی کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، پھر وہ چاہے تو اس کا ثواب والدین کو پہنچادے، یہ قربانی جائز ہوگی اور اگر گائے وغیرہ میں حصہ لیں گے تو بقیہ شرکاء کی قربانی بھی درست ہوجائے گی، اس کا کھانا بھی جائز ہوگا۔ البتہ یہاں ایک مسئلہ سمجھ لیجئے کہ باپ کے ترکے کو تقسیم کئے بغیر استعمال کرتے رہنا مناسب نہیں ہے، ترکے کو تقسیم کرکے پھر ہر ایک کی ملکیت علیحدہ کردینی چاہئے، اس کے بعد اگر تینوں بھائی چاہیں تو دوبارہ اپنی ملکیتیں ملاکر شرکت کرلیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ	الجواب صحیح
(فتویٰ نمبر ۱۴۷/۱۸ الف)	محمد عاشق الٰہی

عالمِ دین کے لئے حج وقربانی کے قابل جمع کی گئی تنخواہ پر یہ فرائض ادا کرنا لازم ہیں

سوال:۔ ایک عالمِ دین نے مدرسہ سے تنخواہ لے کر جمع کی ہے، تنخواہ اتنی جمع ہے کہ وہ حج وقربانی وزکوٰۃ کے فرائض ادا کرسکتا ہے، کیا ان صاحب پر یہ فرائض لازم ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ زکوٰۃ، حج اور قربانی کے فرائض تمام مسلمانوں کے لئے ہیں، لہٰذا اگر مذکورہ عالمِ دین کے پاس اتنی رقم جمع ہے کہ وہ حج کرسکیں تو ان پر حج وقربانی فرض ہے،[۱] اور اگر مقدارِ نصاب رقم

(۱) وفی سنن ابن ماجہ أبواب الأضاحی ج: ۱ ص: ۲۲۶ (طبع قدیمی) عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کان لہ سعۃ و لم یضح فلا یقربن مصلانا۔
نیز دیکھئے ص: ۸۶ کا حاشیہ ۲

پر ایک سال گزر گیا ہو تو زکوٰۃ بھی فرض ہے۔[۱]

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۳۸۷/۱۲/۲۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۶ /۱۸ الف)

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

مقروض پر قربانی کے حکم کی تفصیل

سوال:- میں نے بینک سے کچھ قرضہ لے کر مکان خریدا، اب کرایہ پر دیا ہوا ہے، ماہوار کرایہ مبلغ ۱۴۵ روپے ہے، ٹیکسز بھی اس میں سے ادا ہوتے ہیں، تا کہ ماہوار قسط بینک کو دی جائے، اس میں سہولت ہے، کیونکہ صرف تنخواہ سے قسط کی ادائیگی غیر ممکن ہے۔ میں آٹھ ہزار کا مقروض ہوں، جس کی ادائیگی پندرہ سال میں ہوگی اور تقریباً ایک ہزار چار سو روپے عزیزوں کا بھی مقروض ہوں، نیز میری مِلک میں ایک جھونپڑی نما مکان بھی ہے، جس میں میں خود رہتا ہوں، تا کہ کم آمدنی سے ادائیگی قرض میں آسانی رہے، ایک ہزار دو سو روپے کے زیورات شادی میں بیوی کو چڑھائے، اور ۲۵۰/روپے کا زیور بیوی اپنے میکے سے بھی لائی ہے۔ میں نے مبلغ چار سو چالیس روپے کے حصص دو ملوں کے خریدے، ان کی قیمت گھٹ کر اب کوئی تقریباً ساڑھے تین سو روپے ہے، عید کے دیگر مصارف میں بھی تقریباً ڈیڑھ سو روپے خرچ ہوئے، کیا اس صورت میں بندے پر قربانی واجب ہے؟

جواب:- اگر آپ کی موجودہ نقد مالیت بشمول زیورات موجودہ قرض سے فاضل نہیں، یا فاضل ہے مگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہے تو آپ پر قربانی واجب نہیں،[۲] لیکن اگر ضرورت سے زائد اتنا سامان موجود ہے کہ موجودہ رقم میں اس کی قیمت ملا کر قرض ادا ہونے کے بعد ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بچ رہے تو قربانی واجب ہوگی۔[۳] واضح رہے کہ بینک سے سود پر

(۱) وفی الدر المختار، کتاب الزکوۃ ج: ۲ ص: ۲۵۹ (طبع سعید) وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام وحرية و سببه ملك نصاب حولي فارغ عن دَين له مطالب من جهة العبادة فارغ عن حاجته الأصلية.

(۲و۳) وفی بدائع الصنائع ج: ۵ ص: ۶۴ (طبع سعید) ولو كان عليه دَين بحيث لو صرف إليه بعض نصابه لا ينقص نصابه لا تجب لأن الدين يمنع وجوب الزكوة فلأن يمنع وجوب الأضحية أولى، لأن الزكوة فرض والأضحية واجبة والفرض فوق الواجب.

وفی الهندية كتاب الأضحية ج: ۵ ص: ۲۹۲ (طبع رشيديه) ولو كان عليه دَين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب.

قرض لینا حرام ہے، اور قرض کو اپنی مالیت سے منہا کرتے وقت اصل قرض کو منہا کریں، سود کو نہیں۔

واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۳۸۷/۱۲/۲۴ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۶ /۱۸ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الٰہی بلند شہری

فصل فی وقت الأضحیة

(قربانی کے وقت کا بیان)

جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اُس کے ملک میں ایّامِ قربانی ختم نہ ہونے کا لحاظ رکھنا لازم ہے

(فتاوی رحیمیہ اور دار العلوم لندن کے فتاوی کا جائزہ)

سوال:- محترمی ومکرمی جناب حضرت مولانا مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم، مدظلہم العالی

بعد سلام مسنون، اُمید و دعا ہے کہ حضرت خیریت و عافیت سے ہوں گے، بندہ ویسے حضرت کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا لیکن ہمارے بزرگ دار العلوم لندن کے شیخ الحدیث مولانا مفتی فاروق ڈیسائی صاحب مدظلہ نے یہ درخواست کی کہ اس مسئلہ کی صراحت کرنی ہے، اس لئے اگر ہوسکے تو حضرت مفتی صاحب کے پاس سے اس کی صراحت کی جائے، اس لئے بندہ نے یہ خط حضرت والا کی خدمت اقدس میں ارسال کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کے سوال میں مفتی گجرات حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے اور مفتی فاروق صاحب کا فتوی بظاہر حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی سے الگ ہے، مفتی فاروق صاحب کی درخواست ہے، حضرت مفتی صاحب سے کہ مفتی فاروق صاحب کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہو تو حضرت مفتی صاحب اس کی تصحیح اور تصدیق فرمادیں، کیونکہ قربانی کا موسم بہت قریب ہے، اس لئے اگر ممکن ہو اور حضرت والا کرم فرمائیں تو بہت مہربانی ہے، بندہ بہت شرمندہ ہے کہ حضرت کو تکلیف دی اور گستاخی پر معافی کا طالب اور آپ کی توجہات و دعاؤں کا محتاج۔ فقط والسلام

(دارالعلوم لندن کے مفتی عمر فاروق ڈیسائی صاحب کا فتویٰ)

Bismillahirrahmanirrahim

7the Zil-Qadah 1425

Dear Respected mufti sahib

Hoping that you are in the best of health and imaan. We have a maslah were in we need your attention and opinion.

Below is the question which was asked and there is my answer. After some time the questioner sent the maslah which is written in fattwa Rahimiyah page 314/315 volume 9 Darul isha' at Karachi (refer to page 4) which is contradicting the answer I had originally given.

Question Date 14-01-2004

What do the muslims say about the following question?

The time defference between Barbados and India is 9 1/2 hours (i.e Barbados is 9 1/2 behind India time). A resident in Barbados has his/her qurbani done in india, due to the time difference the qurbani in india is done ahead of qurbani time in Barbados. The qurbani in india is done before the Eid namaaz is offered in Barbados. Is this qurbani valid or not? Sometimes the Eid is one day behind in india and the time of qurbani has finished in Barbados. i.e the 3 days of qurbani are over and there after if the qurbaniis done in india, will it be accepted?

From Latif Pandor

The answer that I gave.

Bismillahirrahmanirrahim

A fundamental maslah is this, that if a rich person was to do his wajib qurbani through a representative (wakeel), it is important that the qurbani has become wajib on this particular rich person. The qurbani on a rich person becomes wajib on the 10th Zil Hijjah after suba sadiq.

Now if where the rich person lives the time of qurbani has not yet begun i.e subah sadiq of 10th Zil Hijjah, but where ever the representative (wakeel) lives the 10th Zil Hijjah begun, it is not correct to perform the wajib qurbani for that rich person by the representative(wakeel).

According to the above maslah Barbados time is 9 ½ hours behind india time now if a Barbados resident wants to do his/her qurbani in India, when the 10th Zil Hijjah subah sadiq begins in Barbados, there after the Barbados residents qurbani should be done in India, then only qurbani will be valid.

If subah sadiq of 10th Zil Hijjah has not begun Barbados but the qurnahi has been performed on behalf of the person in Barbados, the qurbani in this situation will be counted as been done before becoming wajib. Therefore the wajib qurani of the resident of Barbados will not be valid, so the wajib qurbani has to be performed again after the time has begun i.e after the subah sadiq in Barbados.

The second maslah is that, once the qurbani has

become wajib on a rich person now.........to be valid and acceptable the qurbani animal has to be in such places were the quabani time has begun and remains i.e the days of qurbani have not yet finished. Regardless of the time finishing in the rich persons country of residence.

According to the above maslah if Eid in India is 1 day after Barbados and the time of qurbani has finished in Barbados and the qurbani is performed in India on the third day of Eid the wajib qurbani will be valid and acceptable for the person in Barbados. Hence the qurbani will be accepted, because the qurbani has become wajib on the person in Barbados after subah sadiq 10th zil Hijjah. In order for the qurbani to be valid it was important that the days of qurbani have begun in India and the days of qurbani are not yet finished in India. When the Eid in India is one day behind the third day of Eid is indeed the third day of qurbani so the qurbani from the rich person in Barbados is valid regardless of the 3 days of qurbani finishing in Barbados.

Allah nows best.
Yours sincerely
Umar Farooqi Desai
Date 29/11/1424

According to the maslah on page 4 which is of fattawa rahimaya my answer is contradicting that.

I say that the fatwa in fattawa Rahimiya is wrong (mubni bar tasamuh) the quotations that Hadrat Mufti Abdur Rahim sahib R.A (mufti azam of Gujrat) has put

forward as proof i.e Hidaya Aakirain page 430 Ad durul Mukhtaar was shami page 278 are according to when the nafse wujoob has come upon a person i.e once the nafse wujoob come upon a person the qurbani animals place would be considered and the place of the person for whom the qurbani is been done would not be considered.

(فتاوی رحیمیہ میں موجود فتوی)

ذبح قربانی میں قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے

سوال:- (۲۵۲۳) بھائی عبدالرشید نے مدراس سے یہاں (حیدرآباد) میں قربانی کرنے کو لکھا ہے، وہاں عید پیر کو ہے اور یہاں اتوار کو، ان کی قربانی ہم یہاں اتوار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پیر کو کرنا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

جواب:- قربانی کا جانور جس جگہ ہو، اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے، قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوتا، چنانچہ اگر قربانی والا شہر میں ہو اور وہ اپنا قربانی کا جانور ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی اور وہاں صبح صادق کے بعد اس کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اس شہر والے کی قربانی صحیح ہو جائے گی۔

ہدایہ اخیرین میں ہے:

والمعتبر فی ذلک مکان الأضحیة، حتی لو کانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر، ولو کان علی العکس لا یجوز إلا بعد الصلاة .وحیلة المصری إذا أراد التعجیل أن یبعث بها إلی خارج المصر فیضحی بها کما طلع الفجر. (ص: ۲۳۰)[1]

درمختار میں ہے:

والمعتبر مکان الأضحیة لا مکان من علیه، فحیلة مصری أراد

(۱) هدایة کتاب الأضحیة ج: ۴ ص: ۴۴۴ (طبع مکتبة رحمانیه)

التعجيل أن يخرجها لخارج المصر، فيضحي بها إذا طلع الفجر مجتبى.[۲]

(قوله والمعتبر مكان الأضحية إلخ) فلو كانت في السواد والمضحي في المصر جازت قبل الصلاة، وفي العكس لم تجز قهستاني.

(درمختار و شامی ص: ۲۷۸ ج: ۵ کتاب الأضحية)[۳]

صورتِ مسئولہ میں عبدالرشید بھائی نے مدراس سے آپ کو حیدرآباد میں اپنی قربانی کرنے کے لئے لکھا ہے اور مدراس میں پیر کو عیدالاضحیٰ ہے اور آپ کے یہاں اتوار کو، تو آپ بلاتکلف ان کی قربانی اتوار کو کر سکتے ہیں، ان کی قربانی صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

جواب از حضرت والا دامت برکاتہم

مکرمی مولانا اسمٰعیل گنگات صاحب، زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قربانی کے بارے میں مولانا مفتی فاروق ڈیسائی صاحب کا فتویٰ موصول ہوا، بندے کو اس سے اتفاق ہے، اور ان کے دلائل قوی ہیں اور فتاوی رحیمیہ میں تسامح ہے، کیونکہ انہوں نے جو عبارت نقل کی ہے اس میں قربانی بعد الوجوب ہے، جبکہ زیرِ بحث مسئلہ میں قربانی قبل سبب الوجوب واقع ہو رہی ہے، نیز احتیاط اس میں ہے کہ جب قربانی کسی ملک میں کی جائے تو جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اس کے ملک میں بھی ابھی ایامِ اضحیہ ختم نہ ہوئے ہوں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۴۲۵/۱۱/۱۶ھ

وفي فتح القدير ۸/ ۴۳۱[۳]

إذا كان تقديم الصلاة عليه شرطا في حق أهل الأمصار كان أول

(۱ و ۲) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الأضحية ج: ۶ ص: ۳۱۸ و ص: ۳۱۹ (طبع سعيد)

(۳) كتاب الأضحية (طبع رشيديه)

وقت أدائها فى حقهم بعد الصلاة، وإن كان أول وقت وجوبها بعد طلوع الفجر من يوم النحر ويؤيده جدا عبارة الإمام قاضى خان فى فتاواه حيث قال :ووقت الأداء لمن كان فى المصر بعد فراغ الإمام عن صلاة العيد۔

وفى الهداية مع الفتح: ٨/ ٤٣١[١]

ثم المعتبر فى ذلك مكان الأضحية، حتى لو كانت فى السواد والمضحى فى المصر يجوز كما انشق الفجر، ولو كان على العكس لا يجوز إلا بعد الصلاة .

وفى الدر المختار ٦/ ٣١٨[٢]

والمعتبر مكان الأضحية لا مكان من عليه، فحيلة مصرى أراد التعجيل أن يخرجها لخارج المصر، فيضحى بها إذا طلع الفجر مجتبى۔

وفى رد المحتار (قوله: والمعتبر مكان الأضحية الخ) فلو كانت فى السواد و المضحى فى المصر جازت قبل الصلوة و فى العكس لم تجز قهستانى۔

وفى الشامية ٦/ ٣١٨[٣]

(قوله وأول وقتها بعد الصلاة إلخ) فيه تسامح إذ التضحية لا يختلف وقتها بالمصرى وغيره بل شرطها، فأول وقتها فى حق المصرى والقروى طلوع الفجر إلا أنه شرط للمصرى تقديم الصلاة عليها فعدم الجواز لفقد الشرط لا لعدم الوقت كما فى

(١) كتاب الأضحية (طبع رشيديه)

(٢ و ٣) كتاب الأضحية (طبع سعيد)

المبسوط وأشير إليه فى الهداية وغيرها۔ الخ

وفى البحر الرائق ۸/۱۷۵[1]

لأن وقتها من طلوع الفجر و إنما أخرت فى حق المصر لما ذكرنا ولأنها تشبه الزكوة فيعتبر فى الأداء مكان المحل و هو المال لا مكان الفاعل الخ

وفى بدائع الصنائع ۵/۶۵[2]

وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؛ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة :يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر، والثانى عشر وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثانى عشر ....فإذا طلع الفجر من اليوم الأوّل فقد دخل وقت الوجوب۔

---

(۱) كتاب الأضحية (طبع سعيد)

(۲) كتاب الأضحية فصل وأما شرائط الوجوب الخ (طبع سعيد)

فصل فی مایکون عیباً فی الأضحیۃ ومالا یکون

(قربانی میں عیب کا بیان)

لنگڑے جانور کی قربانی کا حکم

سوال:- ایک جانور جو دوسرے مویشیوں کے ساتھ جنگل میں چرنے کو جاسکتا ہے، مثلاً ایک اُونٹ یا بیل ہے جو بار اُٹھانے اور ہل چلانے کے قابل ہے مگر کچھ لنگڑا پن بھی اس میں ہے، تو یہ جانور قربانی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر وہ تھوڑے سے لنگڑے پن کے باوجود چلنے پھرنے کے قابل ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔(۱)

واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

الجواب صحیح

محمد عاشق الٰہی عفی عنہ

....

(۱) وفی الدر المختار ج: ۲ ص: ۳۲۳ (والعرجاء التی لا تمشی إلی المنسک) وفی الشامیۃ تحتہ: (قولہ والعرجاء) أی التی لا یمکنھا المشی برجلھا العرجاء إنما تمشی بثلاث قوائم، حتی لو کانت تضع الرابعۃ علی الأرض وتستعین بھا جاز عنایۃ.

وفی الھدایۃ ج: ۴ ص: ۴۴۵ (طبع رحمانیہ) ولا یضحی بالعمیاء والعوراء والعرجاء الّتی لا تمشی إلی المنسک .... والعرجاء البیّن عرجھا.

وفی حاشیتہ: ھی أن لا یمکنھا المشی برجلھا العرجاء و إنما تمشی بثلاث قوائم حتی لو کانت تضع الرابعۃ علی الأرض وضعاً خفیفاً یجوز.

فصل فیما یتعلق بالشرکة فی الضحایا والتضحیة عن الغیر

(قربانی میں متعدد حصوں اور دوسرے کی طرف سے قربانی کا بیان)

والدہ مرحومہ کی نیت سے ذبح کیا گیا جانور کس کی طرف سے ادا ہوا؟

سوال:- ایک شخص عبداللہ نے قربانی کا جانور، خریدنے سے قبل بھی اور خریدنے کے بعد بھی اپنی والدہ مرحومہ کی نیت سے خریدا، اور زبان سے بھی کہتا رہا کہ یہ والدہ مرحومہ کے لئے ہے، لیکن ذبح کے وقت اس نے ذبح کرنے والے کی نیت کو اپنی نیت کے لئے کافی سمجھا اور اس کو یہ زبانی نہ کہا کہ یہ والدہ مرحومہ کی طرف سے ہے، اس بناء پر اس ذبح کرنے والے نے ذبح کے بعد عبداللہ کی طرف سے یہ دُعا پڑھی کہ اے اللہ! یہ قربانی عبداللہ کی طرف سے قبول فرما! اس صورت میں یہ قربانی کس کی طرف سے ہوگی؟

جواب:- صورتِ مسئولہ میں قربانی عبداللہ کی طرف سے ہوگئی،[1] اب اس کو اختیار ہے، اگر چاہے تو اس کا ثواب اپنی والدہ مرحومہ کے لئے بخش دے،[2] اور میت کی طرف سے جو اس کی وصیت کے بغیر قربانی کی جائے، اس کا مطلب ایصالِ ثواب ہی ہوتا ہے، قربانی کرنے والا کوئی زندہ شخص ہی ہوگا۔

واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۲/۷/۱۳۸۷ھ

(فتویٰ نمبر ۱۴۴۸/۱۸ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الٰہی

(۱ و ۲) وفی الشامیة کتاب الأضحیة ج: ٦ ص: ٣٣٥ (طبع سعید) لو ضحی عن میت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأکل منها، وإن تبرع بها عنه له الأکل لأنه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت، ولهذا لو کان علی الذابح واحدة سقطت عنه أضحیته کما فی الأجناس. قال الشرنبلالی: لکن فی سقوط الأضحیة عنه تأمل اهـ. أقول: صرح فی فتح القدیر فی الحج عن الغیر بلا أمر أنه یقع عن الفاعل فیسقط به الفرض عنه وللآخر الثواب

۱: بڑے جانور میں قربانی کے حصوں کی مختلف صورتیں اوران کا شرعی حکم

۲: چھ افراد کا اپنی واجب قربانی کے علاوہ ساتواں حصہ مشترک طور پر کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے کرنے کا تفصیلی حکم اور مختلف فتاوی کا جائزہ

سوال:- کیا فرماتے ہیں کہ علماء ہذا الزمان ومفتیانِ ہذا الفن رحمکم الله ذو المنن، ان مسئلوں میں:

۱: کہ زید وبکر اور خالد تینوں نے مل کر قربانی دینے کیلئے ایک گائے خریدی، ان میں سے زید نے نصف قیمت ادا کی اور بکر وخالد دونوں نے نصف قیمت ادا کی اور گوشت کی تقسیم بھی نصف اور نصف النصف کر کے ہوئی، یعنی ادائے قیمت کے مطابق گوشت کی تقسیم ہوئی۔

۲: چھ اشخاص نے آپس میں مل کر قربانی دینے کے لئے ایک گائے خریدی، اس میں سے چار اشخاص نے ایک ایک حصہ کر کے چار حصے دئے اور دو شخص بقیہ تین حصے میں ڈیڑھ ڈیڑھ حصہ کر کے شریک ہوئے۔

۳: چھ شخص نے قربانی کی ایک گائے خریدی، ہر ایک نے ایک ایک حصہ دیا اور ایک حصہ کو وہی چھ شخص مل کر حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دیتے ہیں۔

مذکورہ مسائل میں ہمارے ملک میں بین العلماء اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ قربانی صحیح نہیں ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ صحیح ہوگی اور صحت کے قائلین اپنے دعوی کا ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ "اللؤلؤ والمرجان" نامی رسالہ (جس کی تقریظ بنگلہ دیش کے چار بڑے مفتیوں نے کی ہے) کی یہ عبارت:

مسئلہ:

بیل، (ا) بھینس، اُونٹ میں سات شخص شریک ہونا جائز ہے اور بکری میں صرف ایک حصہ ہے، اس سے زائد شریک ہونا جائز نہیں اور ایک حصہ پورا رکھنے کے بعد اگر

کسر ہوتو کوئی خرابی نہیں، کیونکہ اس کسر کو کل کا تابع قرار دینا ممکن ہے، مثلاً ایک بیل میں دو تین، چار پانچ چھ شخص شریک ہونے سے جو کسر لازم آتا ہے، اس میں پورا ایک حصہ صحیح سالم رہتا ہے، زائد میں کسر ہے، لہٰذا یہ جائز ہوگا، اب ایک بیل یا اُونٹ میں مثلاً چھ آدمی چھ حصہ لیکر باقی ماندہ حصہ کو سب مل کر حضور ﷺ یا پیر کے لئے دینا چاہیں تو دے سکیں گے۔

حاشية: (۱) فی البدائع : ولا شک فی جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترک اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة فی بدنة أو بقرة؛ لأنه لما جازالسبع فالزيادة أولى، وسواء اتفقت الأنصباء فی القدر أواختلفت؛ بأن يكون لأحدهم النصف وللآخر الثلث وللآخر السدس بعد أن لا ينقص عن السبع. (ج: ۵ ص: ۷۱)

وفی الهداية: ولوكانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز فی الأصح لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعاً له. (ج: ۴ ص: ۴۲۵)

اور امداد الفتاوی ج:۳ ص:۵۳۳ کے اس سوال اور جواب سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کرتے ہیں:

س: متوفی کی طرف سے قربانی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آیا اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے اس متوفی کو ثواب پہنچادے یا مثل دیگر شرکاءِ چندہ کے اس کا نام حصہ پر قرار دیکر قربانی کرلے۔ فقط۔

الجواب: دونوں طرح درست ہے۔

اور ناجائز کہنے والے حضرات، مولانا محمد شفیع مفتیٔ اعظم پاکستان کے اس قلمی فتوی سے استدلال پیش کرتے ہیں جس کو ہم استفتاء مع الجواب بطور استشہاد اس ایک ہی لفافہ میں استفتاء ہذا کے ساتھ ارسال کررہے ہیں۔

اب طلب امر یہ ہے کہ صحیح مسئلہ کو ہمارے سامنے پیش کریں، تاکہ ہم مطمئن ہو جائیں اور (اس کا نام حصہ پر قرار دیکر قربانی کرلیں) امداد الفتاوی کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے، کیا میت کو مالک بنا دینا ہے؟ ورنہ اتنے آدمیوں کی طرف سے ایک حصہ قربانی کیسے صحیح ہوگا، اگر مالک بنانا مقصود ہو تو میت کیسے مالک ہوگا؟

بینوا بالدلائل النقلیة والعقلیة

المستفتی احقر شفیق اللہ ومحمد جعفر احمد غفر لهما الله

خادم جامعہ اسلامیہ ٹیکناف

چاٹگام بنگلہ دیش

مذکورہ مسئلہ سے متعلق مستفتی کی طرف سے مرسلہ

مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا فتوی

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع مبین کہ لوگ ایک سال کے لئے مزدور رکھتے ہیں، اس کی اجرت کے اندر ایک سال کا کھانا بھی داخل ہے، کیا اس مزدور کو اپنی قربانی کے گوشت سے کھانا کھلانا جائز ہوگا یا نہیں؟ یعنی اس کی اجرت میں جو کھانا دیا جاتا ہے، اس کھانا کو اپنی قربانی کے گوشت سے کھلا سکتے ہیں یا نہ؟

۲: دیگر یہ ہے کہ محلّہ میں بیس یا تیس گھر والوں پر ایک ایک سردار ہوتے ہیں جس کو ہمارے اصطلاح میں شماز کہتے ہیں، اب قربانی کرنے والے لوگ اپنی قربانی کے گوشت کو تین حصہ کرتے ہیں، ایک حصہ خود رکھتے ہیں اور دو حصہ ان شمازیوں کو دیتے ہیں اور اپنی قربانی کو چھیلنا اور کوٹنا وغیرہ یعنی قصائی کا کام شمازیوں سے لیتے ہیں اور اگر کوئی شخص کام کرنے کے لئے حاضر نہ ہو تو ان کو سردار صاحب بہت برا بھلا کہتے ہیں، کبھی کبھی ان کو گوشت کے حصہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جو لوگ کام کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں، وہ بھی محض گوشت کے خیال سے آتے ہیں، کیونکہ ان کو گوشت نہ ملے تو ہرگز کام کرنے کے لئے نہیں آئیں گے تو خلاصہ یہ ہے کہ شمازیوں سے قصائی کا کام لیکر ان کو

قربانی کے گوشت دینا جائز ہوگا یا نہ؟

۳: یہ ہے کہ چھ آدمی مل کر ایک بیل قربانی کے لئے خریدتے ہیں، اب چھ آدمی چھ حصہ کو ازطرف خود اور ساتواں حصہ کو چھ آدمی مل کر حضور علیہ ﷺ کے لئے قربانی دیتے ہیں، اب یہ ساتواں حصہ قربانی ہوگی یا نہ اور نہ ہونے کی صورت پر باقی چھ حصۂ قربانی میں فتور آئے گا یا نہ؟ بینوا توجروا عند اللہ الجلیل۔

جواب ۱:- بہتر یہ ہے کہ قربانی کے ایام میں اس کے کھانے میں کچھ زیادتی کردی جائے تاکہ قربانی کا گوشت معاوضۂ ملازمت سے زائد ہوجائے۔

۲: ظاہر ہے کہ قربانی کا گوشت کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا حرام ہے اور جو کسی نے دیا ہے، اس کی قیمت لگا کر اس قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

۳: ساتویں حصہ میں کئی آدمیوں کی شرکت کی وجہ سے یہ قربانی ناجائز ہوگئی۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
دارالعلوم کراچی
۲۱ ؍صفر ۱۳۷۸ھ

جواب از حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ

۱۔۲:- گائے، بھینس اور اونٹ کی قربانی میں تین صورتیں بن سکتی ہیں:

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں اور ہر ایک کا حصہ برابر ہو۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سات آدمی کے بجائے آٹھ آدمی شریک ہوں اور ہر ایک کا حصہ ساتواں حصہ سے کم ہو۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ سات آدمی کے بجائے چھ، پانچ، چار، تین یا دو آدمی شریک ہوں اور ہر شریک کا حصہ کم از کم ساتواں حصہ ہو اور زائد حصہ میں کسر ہو۔

تو ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے اور دوسری صورت بالاتفاق

ناجائز ہے اور تیسری صورت میں اختلاف ہے، لیکن اصح اور مختار یہی ہے کہ اس طرح قربانی کرنا بھی درست ہے، اس لئے کہ اگرچہ مستقل طور پر کسر کی قربانی درست نہیں ہے، لیکن جب اس کسر کو اضحیہ کے کسی ایک مکمل حصہ کے تابع قرار دیا جائے تو اس وقت اس کسر کی قربانی بھی درست ہوجائے گی اور وہ مکمل حصہ اور یہ کسر مل کر ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوگی۔

جس کی مثال یوں لیجئے کہ کسی نے بکری کی قربانی دی اور بکری کے پیٹ سے زندہ جنین نکلا تو اس وقت شرعی حکم کے لحاظ سے اس پر واجب ہے کہ اس جنین کو بھی اس بکری کے تابع کر کے ذبح کردے، حالانکہ مستقلاً اگر اس قسم کے جنین کی قربانی دی جاتی تو یہ جائز نہ ہوتی، لیکن اب جب اس جنین کو بکری کے تابع کر کے ذبح کیا جا رہا ہے تو یہ بھی قربت میں شامل ہوجائے گا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ سوال میں بیان کی ہوئی پہلی دونوں صورتوں میں کسر کے باوجود بھی قربانی صحیح ہوجائے گی اور جن علماء نے اس کے صحیح ہونے پر ''بدائع الصنائع'' کی عبارت سے استدلال کیا ہے، وہ صحیح ہے۔

والدليل على ما قلت في الهداية: ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز في الأصح، لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعا..... قال الإمام اللكنوي رحمه الله نقلاً عن الكفاية تحت قوله "في الأصح" هذا احتراز عن قول المشايخ فإنهم قالوا: لا يجزيهما لأن لكل واحد منهما ثلاثة أسباع و نصف سبع، ونصف السبع لا يجوز في الأضحية، فإذا لم يجز البعض لم يجز الباقي، وقال بعضهم: يجوز وبه أخذ الفقيه أبو الليث رحمه الله والصدر الشهيد رحمه الله لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعاً، ووجه ذلك أن نصف السبع و إن لم يكن أضحية فهي قربة تبعاً للأضحية كما إذا ضحى شاة فخرج من بطنها جنين حيي فإنه يجب عليه أن يضحيه و إن لم يجز

تضحيته ابتداءً. (الهداية ۴/۴۴۵)[1]

ومثله فى العناية (۸/۷۱)[2]

وفى الهندية: ولو كانت البدنة أوالبقرة بين اثنين فضحيا بها اختلف المشايخ فيه، والمختار أنه يجوز، ونصف السبع تبع فلا يصير لحما قال الصدر الشهيد -رحمه الله تعالىٰ :-وهذا اختيار الإمام الوالد وهو اختيار الفقيه أبى الليث -رحمه الله تعالىٰ -كذا فى الخلاصة. وإن دفع أحدهم ثلاثة دنانير ونصفا، والآخر دينارين ونصفا، والآخر دينارا جازت عنهم؛ لأن أقل النصيب هو السبع، وكذلك لو اشترك خمسة ودفع أحدهم دينارين والثانى دينارين ونصفا والثالث ثلاثة دنانير والرابع كذلك والخامس ثلاثة دنانير ونصفا جازت عنهم؛ لأن أقل النصيب هو السبع، كذا فى محيط السرخسى. (۵/۳۰۵)[3]

ومثله فى البدائع (۵/۷۱)[4]

(۱) هداية مع الحاشية كتاب الأضحية ج: ۴ ص: ۴۴۵ (طبع مكتبة رحمانيه)

(۲) عناية على الهداية كتاب الأضحية ج: ۴ ص: ۴۴۳ (طبع رحمانيه)

(۳) كتاب الأضحية الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة فى الضحايا (طبع مكتبة رشيديه كوئٹه)

(۴) كتاب التضحية (طبع سعيد) وفى طبع دار الكتب العلمية بيروت ج: ۱۱ ص: ۲۰۲

وفى البحر الرائق كتاب الأضحية: الأضحية من الإبل والبقر والغنم، ولو كانت البقرة أو البدنة بين اثنين فضحيا بها اختلف المشايخ قال بعضهم: يجوز و به أخذ الفقيه أبو الليث والصدر الشهيد. الخ

وفى تبيين الحقائق (من تجب عليه الأضحية) ولوكانت البدنة بين اثنين نصفان يجوز فى الأصح لأن نصف السبع يكون تبعاً لثلاثة الأسباع الخ.

وكذافى مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر كتاب الأضحية ج: ۴ ص: ۱٦۸ (طبع دار الكتب العلمية بيروت)

وفى المحيط البرهانى الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة الخ ج: ۵ ص: ٦٧٧ (طبع دار إحياء التراث)

وإن كانت بقرة أو بدنة بين اثنين فضحيا بها اختلف المشايخ فيه، قال بعضهم :لا يجزئهما؛ لأن لكل واحد منهما ثلاثة أسباع، ونصف سبع لا يجوز فى الأضحية، فإذا لم يجز البعض لم يجز الثانى، وقال بعضهم :يجوز، وبه أخذ الفقيه أبو الليث، والصدر الشهيد برهان الأئمة رحمهم الله، وهكذا ذكر محمد الجومسى فى مسائله.

۳: چھ آدمی مشترک طور پر گائے خریدیں اور ہر ایک شخص نے ایک ایک حصہ مکمل طور پر رکھا اور باقی ایک حصہ میں وہی چھ آدمی مل کر اپنے بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا چاہیں تو اس صورت کے بارے میں کوئی صریح جزئیہ تو کتبِ فقہ میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، البتہ قواعد کا مقتضاء یہ ہے کہ ان کی اصل قربانی درست ہو جائے گی، لیکن ایک حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنے کی جونیت ہے وہ درست نہیں ہوگی، یعنی ہر ایک کی طرف سے الخ

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص کسی جانور میں ایک حصہ اپنی واجب قربانی کے طور پر کر رہا ہو، وہ اسی جانور میں دوسرا حصہ نفلی قربانی یا کسی اور جہت کے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟

بعض حضرات مثلاً حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی رائے یہ ہے[1] کہ وہ دوسرا حصہ کسی اور جہت کے لئے نہیں لے سکتا، اور اگر وہ ایسی نیت کرے گا تو اس کی نیت کالعدم ہوگی اور دونوں حصوں سے واجب ہی ادا ہوگا، مثلاً کوئی شخص ایک پوری گائے کی قربانی کرے اور اس میں ایک حصہ اپنی واجب قربانی کا رکھے اور باقی چھ حصے مختلف لوگوں کے ایصالِ ثواب کے لئے رکھے تو اس قول کے مطابق باقی چھ حصوں میں ایصالِ ثواب کی نیت معتبر نہ ہوگی، بلکہ پوری گائے سے واجب قربانی ہی ادا ہوگی۔

لیکن دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ واجب قربانی کے ساتھ ایک شخص ایک ہی جانور میں متعدد حصے متعدد جہات کے لئے رکھ سکتا ہے، ان دونوں اقوال کے مطابق صورتِ مسئولہ میں واجب قربانی ادا ہوگی، اور ایک حصہ میں ایصالِ ثواب کی نیت معتبر نہ ہوگی۔

پہلے قول کے مطابق تو ظاہر ہے کہ جب ایک شخص ایک جانور میں متعدد جہات کی نیت نہیں کر سکتا تو صورتِ مسئولہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنے کی جونیت کی گئی وہ معتبر نہ ہوئی اور پورے جانور سے واجب قربانی ہی ادا ہوئی۔

البتہ دوسرے قول پر اشکال ہو سکتا ہے کہ جب ایک شخص ایک ہی جانور میں متعدد جہات

(۱) احسن الفتاوی کتاب الأضحیۃ والعقیقۃ ج: ۷ ص: ۵۴۴ تا ص: ۵۵۰ (طبع سعید)

کے لئے حصہ لے سکتا ہے تو صورتِ مسئولہ میں چھٹے حصے کے اندر تمام افراد کی نیت معتبر قرار پائی اور چونکہ ایک حصہ میں چھ افراد شریک ہوئے جو خلافِ مشروع ہے، لہٰذا یہ چھٹا حصہ لحم بن گیا اور جب ایک حصہ لحم بن گیا تو کسی بھی حصہ کی قربانی درست نہ ہوئی۔

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے مطابق بھی مذکورہ چھ افراد کی اصل واجب قربانی ادا ہو جائیگی، اس کی دلیل دو مقدمہ پر موقوف ہے:

۱: پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی قربانی کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کے امر کے بغیر کرتا ہے تو درحقیقت وہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہوتی ہے، البتہ اس کا ثواب اس شخص کو پہونچتا ہے جس کی طرف سے قربانی کرنے کی اس نے نیت کی۔

قال العلامة الشامیؒ تحت قول الدر المختار "وعن میت" أی لو ضحی عن میت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها، و إن تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت. (رد المحتار ۵/۲۱۳)[۱]

(۱) الدر المختار مع ردّ المحتار كتاب الأضحية ج: ۶ ص: ۳۳۵ (طبع سعيد)

وفی العرف الشذی للکشمیریؒ ج:۳ ص: ۱۹۱ قال ابن وهبان فی منظومته:

وعن میت بالأمر الزم تصدقاً

و إلا فكل منها و هذا المحرر.

وفی التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناویؒ ج:۱ ص: ۲۲۴ (طبع مکتبة الشافعی ریاض) (حرف الهمزة) (إذا ضحى أحدكم فليأكل) ندبا مؤكدا (من أضحيته) ومن كبدها أولى قال تعالى فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير لكن إن ضحى عن غيره بإذنه كميت أو صبی ليس له ولا لغيره من الأغنياء الأكل الخ

وفی الفیض القدیر للمناویؒ ج: ۱ ص: ۳۹۶ (طبع المكتبة التجارية الكبرىٰ مصر) ويستحب إذا أكل وأهدى وتصدق أن لا يزيد على كله على الثلث ولا تنقص صدقته عنه هذا كله فی التطوع أما الأضحية الواجبة بنحو نذر أو بقوله جعلتها أضحية فيحرم أكله منها ولو ضحى عن غيره بإذنه كميت أوصى فليس له ولا لغيره من الأغنياء الأكل۔

وفی ردّ المحتار ج: ۶ ص: ۳۲۶ (طبع سعيد) (فرع) من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع فی أضحية نفسه من التصدق والأكل والأجر للميت والملك للذابح .قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزازية۔

(باقی آئندہ صفحہ پر)

۲: دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جانور میں ساتویں حصے کی کوئی کسر (مثلاً نصف السبع یا ثلث السبع یا سدس السبع) تنہا لے تو وہ شرعاً قربانی نہیں ہوتی بلکہ لحم بن جاتی ہے، البتہ جس شخص نے کسی جانور میں کوئی سبع کامل لیا ہو تو اس کے ساتھ اگر وہ سبع کی کسر بھی لے لے تو وہ کسر بھی اصل کے تابع بن کر قربانی شمار ہوتی ہے، اس کی وجہ سے جانور لحم نہیں بنتا، یہ بات سوال ۲ کے جواب میں مفصل گزر چکی ہے۔ تاہم اطمینان کے لئے مندرجہ ذیل عبارتیں دوبارہ ملاحظہ ہوں:

(۱) ولا شک فی جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترک اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة فی بدنة أو بقرة؛ لأنه لما جاز السبع فالزیادة أولی، وسواء اتفقت الأنصباء فی القدر أو اختلفت؛ بأن یکون لأحدهم النصف وللآخر الثلث ولآخر السدس بعد أن لا ینقص عن السبع. (بدائع الصنائع للکاسانیؒ ۵/۷۱)[۱]

(۲) ولو کانت البدنة بین اثنین نصفین تجوز فی الأصح، لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعا له کذا فی الهدایة ، وقال فی الکفایة تحت قوله "فی الأصح" هذا احتراز عن قول بعض المشایخ فإنهم قالوا: لا یجوز لأن لکل واحد منهما ثلاثة أسباع و نصف سبع ، ونصف السبع لا یجوز فی الأضحیة ، فإذا لم یجز

(گذشتہ سے پیوستہ) وفی الفتاوی الکبریٰ الفقهیة علی مذهب الإمام الشافعیؒ ج: ۹ ص: ۴۸۲ (طبع دار الکتب العلمیة بیروت) فلو ضحّی عن غیره بإذنه کمیت أوصیٰ بذلک لیس له ولا لغیره من الأغنیاء الأکل منه و به صرّح القفال فی المیت و علّله بأن الأضحیة وقعت عنه أی المیت فلا یحلّ له أن المضحّی الأکل منها إلا بإذنه أی المیت وقد تعذّر فیجب التصدق عنه بجمیعها.

(۱) کتاب التضحیة فصل أما محل إقامة الوجوب (طبع سعید) وفی طبع دار الکتب العلمیة بیروت ج: ۱۱ ص: ۲۰۲

البعض لم یجز الباقی، وقال بعضهم: یجوز وبه أخذ الفقیه أبو اللیثؒ والصدر الشهیدؒ لأنه لما جاز ثلاثة الأسباع جاز نصف السبع تبعاً، ووجه ذلک أن نصف السبع و إن لم یکن أضحیة فهی قربة تبعاً للأضحیة کما إذا ضحی شاة فخرج من بطنها جنین حیی فإنه یجب علیه أن یضحیه و إلّا لم یجز تضحیته ابتداءً. (حاشیة الهدایة للإمام اللکنویؒ (۴/۴۴۵)[1]

(۳) ومثله فی العنایة (۸/۷۱)[2] و الهندیة (۸/۷۱)[3]

ان دومقدمات کی روشنی میں جب زیر بحث صورت کو دیکھا جاتا ہے تو اس کی حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ مذکورہ چھ آدمیوں نے ایک حصہ میں حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی جونیت کی ہے بحکمِ مقدمہ اُولیٰ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ قربانی انہیں کی طرف سے ہوگی، اور آنحضرت ﷺ کو ایصالِ ثواب ہوگا اور جب قربانی انہیں کی طرف سے ہوئی تو اگر ان کا کوئی کامل حصہ اس جانور میں نہ ہوتا تو یہ حصہ لحم بن جاتا، کیونکہ کسر کی قربانی مستقلاً مشروع نہیں، لیکن چونکہ انہیں چھ آدمیوں کے اسی جانور میں کامل حصے موجود ہیں، اس لئے چھٹے حصے کی کسر دوسرے مقدمے کے مطابق کامل حصے کے تابع ہوکر درست ہوجائے گی، اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسے یہ چھ آدمی جانور میں ایک ایک کامل حصہ لینے کے بعد ساتویں حصہ کے بارے میں یہ طے کرتے کہ یہ ہم سب کی طرف سے مشترک ہوگا، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس ساتویں حصہ کا ایک ایک سدس ہر شخص کا ہوگا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں ساتویں حصہ کی کسر کی وجہ سے بحکمِ مقدمہ ثانیہ ان کی قربانی باطل نہ ہوئی، بلکہ یہ کسر بھی اصل کے تابع ہوکر درست ہوجاتی ہے، بعینہٖ اسی طرح صورتِ مسئولہ میں بھی یہ اصل قربانی درست ہوجائے گی، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کا مطلب بحکم

---

(۱) کتاب الأضحیة ج: ۴ ص: ۴۴۳ (طبع مکتبة رحمانیه)

(۲) کتاب الأضحیة ج: ۸ ص: ۴۳۰ (طبع رشیدیه)

(۳) کتاب الأضحیة الباب الثامن فیما یتعلق بالشرکة فی الضحایا (طبع رشیدیه کوئٹه)

مقدمہ اُولیٰ اپنی طرف سے قربانی کرنا ہے، وقدمر جوازہ۔

اب صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے لئے جو ایصالِ ثواب کیا ہے، آیا یہ ایصالِ ثواب درست ہوگا یا نہیں؟

اوّل تو اس مسئلے کا تعلق آخرت کے ثواب سے ہے، جس کے بارے میں نص کی غیر موجودگی میں کوئی یقینی حکم لگانا مشکل ہے، لیکن قواعد سے یہ ایصالِ ثواب درست معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ ساتویں حصہ میں جو کسر واقع ہوئی وہ قربت تو ہے لیکن قربتِ مستقلہ نہیں، بلکہ واجب قربانی کے تابع ہے، لہٰذا صرف اس قربتِ تابعہ کا ایصالِ ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اپنی فرض نماز میں جو مستحبات انجام دئے ہیں صرف ان مستحبات کا ثواب فلاں کو پہونچاتا ہوں، اور ایسے ایصالِ ثواب کی کوئی نظیر شریعت میں نظر سے نہیں گزری۔

بالخصوص یہاں قربتِ تابعہ بھی ایسی ہے کہ اگر مہدی لہ خود اس کو انجام دیتا تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوتی، اس لئے اس کا ایصالِ ثواب اور زیادہ مخدوش ہے، اس کے علاوہ صرف ایک قربتِ ضمنیہ کا ثواب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کرنا، جبکہ قربتِ اصلیہ اپنی طرف سے ہو ذوقاً موہمِ سوءِ ادب معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو مکمل حصہ کی قربانی کرنی چاہئے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کا جو فتوی سوال کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے وہ بظاہر نظر مذکورہ بالا تحریر کے خلاف معلوم ہوتا ہے، لیکن اس فتوی میں کافی اجمال ہے اور اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ

''ساتویں حصہ میں کئی آدمیوں کی شرکت کی وجہ سے یہ قربانی ناجائز ہوگی۔''

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف ساتواں حصہ میں ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی باطل ہوگی، نہ کہ اصلِ قربانی، اس صورت میں اس فتوی کا حاصل بھی وہی ہوگا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

دوسرے اگر اس فتوی کی مراد یہی ہو کہ پوری قربانی باطل ہوگی، تو یہ احتمال بھی ہے کہ حضرتؒ کے پیشِ نظر وہ صورت ہو جبکہ ساتویں حصہ میں دوسرے کئی آدمیوں کی شرکت ہوگئی ہو، نہ کہ ان آدمیوں کی جن کے کامل حصے اس جانور میں موجود ہیں۔ اور پیچھے عرض کیا جاچکا ہے کہ اس صورت میں پوری قربانی باطل ہوجاتی ہے۔ اور اگر بالفرض فتوی کی مراد صورتِ مسئولہ میں پوری قربانی کا باطل ہوجانا ہے تو حضرتؒ نے اس مسئلے کے دلائل سے تعرض نہیں فرمایا، اور اگر حضرت قدس سرہ کی خدمت میں وہ اُمور پیش کئے جاتے، جن کا اوپر ذکر کیا گیا تو شاید ان کی رائے بھی قربانی کے جواز کی ہوتی۔ ان احتمالات کی موجودگی میں یہ محتمل فتوی مذکورہ بالا دلائل کو یکسر نظرانداز کرنے کے لئے کافی معلوم نہیں ہوتا۔

اسی فتوی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، کیونکہ حضرت قدس سرہ کا محتمل فتوی بھی ہم جیسوں کی مفصل تحقیق پر فوقیت رکھتا ہے۔

لیکن بار بار اصول وقواعد پر نظر کرنے اور کتبِ فقہ کی مراجعت کے بعد جو رائے فیما بیننا وبین اللہ قائم ہوئی، اہلِ علم کے سامنے اس کا اظہار بھی ضروری ہوا، اس بناء پر یہ تحریر لکھی گئی، تاہم چونکہ یہ تحریر قواعد کی بنیاد پر لکھی گئی ہے اور حضرتؒ کے فتوی کا ظاہر اس کے خلاف ہے، اس لئے یہ عین ممکن ہے کہ یہ ناچیز کے سوءِ فہم پر مبنی ہو، اس لئے اس بارے میں دوسرے علماء اہلِ فتوی سے بھی مراجعت کرلی جائے۔ هذا ما منح لی فی هذا الباب۔

واللہ اعلم
احقر محمد تقی عثمانی

(فتوی نمبر ۲۰۰۷/۳۵ ھ)

غیر کی طرف سے قربانی میں تعدد کی تحقیق

(اہم وضاحت از مرتب)

ادارہ غفران راولپنڈی کے مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہم نے "تضحية عن الغير" یعنی غیر کی طرف سے قربانی سے متعلق اپنی ایک مفصل تحقیق حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حضرت والا دامت برکاتہم کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجی، جس میں غیر کی طرف سے قربانی سے متعلق کئی اُمور کی

تحقیق کی گئی تھی، حضرت والا دامت برکاتہم نے اس کا مطالعہ فرمانے کے بعد اس پر اپنی رائے تحریر فرمائی، نیز ان کی اس تحقیق میں اس قابلِ اصلاح امر کی بھی نشاندہی فرمائی کہ سات سے کم افراد اپنی واجب قربانی کے ساتھ ساتویں حصہ میں مشترکہ طور پر کسی کے ایصالِ ثواب کی نیت کریں تو مفتی محمد رضوان صاحب کی تحریر سے اس کا جواز معلوم ہو رہا تھا جبکہ حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیق وہ ہے جو حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے سابقہ فتوی میں مفصل تحریر فرمائی ہے، لہٰذا حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ نے اس معاملہ کی نشاندہی فرمائی۔ جس کے بعد مفتی رضوان صاحب نے اس مسئلہ کی وضاحت کر کے تحقیق دوبارہ حضرت والا دامت برکاتہم کی خدمت میں ارسال فرمائی، جس کی حضرت والا دامت برکاتہم نے تائید وتصویب فرمائی۔

یہ تحریرات چونکہ کافی طویل ہیں اور سائل کی طرف سے الگ رسالوں کی شکل میں شایع بھی ہوچکی ہیں اسلئے یہاں طوالت اور تکرار سے بچنے کیلئے ان تحریرات کا صرف وہ حصہ شائع کیا جارہا ہے جنکی اصلاح کی طرف حضرت والا دامت برکاتہم نے نشاندہی فرمائی۔ اور پھر جسکی اصلاح کی گئی۔ (محمد زبیر)

خط بنام حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ

مکرمی ومحترمی جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ کا علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (۱۷) ارسالِ خدمت ہے، جس میں ’’غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق‘‘ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس مضمون سے متعلق آنجناب کی تنقیح وتحقیق اور تصدیق درکار ہے۔

اُمید ہے کہ اپنی رائے عالی سے ترجیحی بنیادوں پر آگاہ فرمائیں گے۔ جوابی لفافہ ساتھ منسلک ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

والسلام

محمد رضوان

۳۰/شوال/۱۴۳۰ھ

20/اکتوبر/2009

(تحریر کا متعلقہ حصہ)

.............شاۃِ واحدہ (یا سبع بقرہ) کی ملکیت میں اس طرح کا اشتراک کہ جس میں قربانی ایک سے زیادہ کی طرف سے واقع ہو، ناجائز ہونا قرار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ حنفیہ کے نزدیک مشہور ہے کہ شاۃِ واحدہ (یا سبع بقرۃ) میں تعدد جائز نہیں۔

پس قواعد کی رُو سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے (زندہ و مردہ) کو ایصالِ ثواب کئے جانے والی قربانی میں بھی اشتراک جائز نہ ہو، اور احتیاط بھی اسی میں ہے، بالخصوص جبکہ ایصالِ ثواب کوئی فرض و واجب عمل بھی نہیں، لہٰذا اگر کسی کو کامل قربانی کی استطاعت نہ ہو تو وہ اس رقم سے صدقہ وخیرات وغیرہ کر کے بھی ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

جہاں اُس جزئیہ کا تعلق ہے، جس میں سات افراد سے کم ہونے کی صورت میں سبعِ بقرۃ میں اشتراک کو جائز قرار دیا گیا ہے تو اس کے جواز کی توجیہ میں فقہاء نے تابع ہونے کی تصریح فرمائی ہے اور جب سبع بقرۃ میں ایصالِ ثواب کی نیت ہوگی تو یہ ایک مستقل جداگانہ نیت سمجھی جائے گی اور وہ تابع ہونے والی توجیہ پوری طرح متحقق نہ ہوگی، اس لئے اس صورت میں سبع بقرۃ میں تعدد جائز نہ ہونا چاہئے۔

البتہ اگر متعدد افراد ایصالِ ثواب ہی کی نیت سے بقرہ کی قربانی کریں تو پھر سبعِ بقرۃ میں اشتراک مضر نہ ہونا چاہئے، کیونکہ یہاں تابع ہونے کی توجیہ پوری طرح متحقق ہوگی۔

اور اس صورت میں ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سبعِ بقرۃ میں اراقۃِ دم سے ایصالِ ثواب کی نیت نہ کرے اور جب قربانی ہو جائے تو اس کے بعد اس گوشت کو ایصالِ ثواب کی غرض سے صدقہ کر دے، جیسا کہ مندرجہ ذیل جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے:

فی فتاوی أبی اللیث: وسئل أبو نصر عمن ضحی وتصدق بلحمه عن أبویه قال یجوز لأنّ اللحم ملکه فقط تصدّق بملکهٖ عنأبویه فیجوز. (المحیط البرهانی ج:۸ ص: ۴۷۴)(۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ، 25 مئی 2009ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی

(۱) کتاب الأضحیة الفصل السابع فی التضحیة عن الغیر، وفی التضحیة بشاة الغیر عن نفسه)

جواب از حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ

مکرم بندہ زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے کئی مقالے میرے پاس جمع ہوگئے ہیں، علالت اور اسفار واشغال نے مہلت نہ دی، اب تضحیۃ عن الغیر کا مقالہ دیکھنے کی نوبت آئی، الحمدللہ! کافی وافی پایا، **تقبل اللّٰہ تعالیٰ منکم وجزاکم خیرا**، البتہ یہ عبارت صفحہ ۱۰ پر مبہم سی ہے کہ:

''اگر متعدد افراد ایصالِ ثواب ہی کی نیت سے ..... مضر نہ ہونا چاہئے۔

اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ افراد مثلاً واجب قربانی کر رہے ہیں تو ساتویں حصے کو مشترک طور پر کسی کے ایصالِ ثواب کی غرض سے قربانی کی نیت کر سکتے ہیں تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ اور اگر مقصد کچھ اور ہے تو اسے واضح کرنا چاہئے، البتہ گوشت صدقہ کرنے میں ایصالِ ثواب کی نیت جو آگے لکھی ہے، بے غبار ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم

بندہ محمد تقی عثمانی

۲۶/۳/۱۴۳۲ھ

(فتویٰ نمبر ۱۳۳۹/۱۲)

وضاحت:۔حضرت والا دامت برکاتہم کے مذکورہ جواب کے بعد سائل موصوف نے دوبارہ تحقیق کے بعد مذکورہ حصہ کی اصلاح کر کے جو تحریر بھیجی اسکا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے۔

نئی تحقیق کے بعد طبع کئے گئے رسالہ کا آخری حصہ

.......اس تفصیل کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے رسالہ ''ذوالحجہ وقربانی کے فضائل واحکام'' (طباعتِ چہارم: ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ نومبر 2007ء) کے صفحہ ۱۲۹ پر مسئلہ نمبر ۹ کو آئندہ اصلاح کر کے مندرجہ ذیل طریقہ پر شائع کیا جائے:

ایصالِ ثواب کے لئے نفلی قربانی رسولِ اکرم ﷺ یا کسی استاذ یا والدین یا کسی بھی فوت شدہ یا زندہ رشتہ دار و اجنبی مسلمان کی طرف سے ان کو ثواب پہنچانے کے لئے

کرنا درست ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص پورے ایک چھوٹے جانور کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قربانی کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے۔

البتہ ایک چھوٹے جانور یا ایک بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہوکر ایصالِ ثواب کریں تو یہ جائز نہیں، اور اگر بڑے جانور میں سات سے کم افراد شریک ہوں، اور کسی شریک کا بھی حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو تو باقی ماندہ ساتویں حصہ میں سب یا بعض شرکاء کا ایصالِ ثواب کی نیت کرنا خلافِ احتیاط ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کا جواب

اس تصحیح کے بعد حضرت والا نے ذیل کا جواب تحریر فرمایا۔ (مرتب)

مکرم بندہ زید مجدکم

آج ''تضحیہ عن الغیر'' کے بارے میں ترمیم شدہ عبارت دیکھنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ! وہ اجمال دور ہوگیا۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء و وفقکم لأمثال أمثالہ

والسلام
بندہ محمد تقی
۱/۶/۳۲ھ

فصل فی نذر الأضحیۃ

(قربانی کی نذر ماننے کا بیان)

’’بکری کا ایک بچہ آئندہ عید الاضحیٰ میں قربانی دُوں گا‘‘ الفاظ کہنے کا حکم

سوال:- زید کے پاس ایک بکری ہے، جس نے پچھلے سال عید کے دن دو نر بچے دیئے، زید نے اپنے والد صاحب خالد سے کہا کہ ’’ایک بچہ آئندہ عید الاضحیٰ میں قربان کروں گا‘‘ دوسرا آپ کے لئے ہے، اتفاق سے چند دن بعد زید کا لڑکا پیدا ہوا، اب باپ بیٹے دونوں اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں کو عقیقے میں ذبح کردیں، قربانی کے لئے اور جانور خرید لیں گے، چونکہ عقیقے کا دن ۱۱/۷/ ۱۹۷۶ء مقرر ہو چکا ہے، فوراً جواب تحریر فرمائیں۔

جواب:- زید نے اَلفاظ کہے کہ ’’ایک بچہ آئندہ عید الاضحیٰ میں قربانی دوں گا‘‘ یہ الفاظ نذر کے نہیں ہیں، بلکہ اظہارِ نیت کے ہیں، لہٰذا ان الفاظ سے وہ جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوا، اور زید کے لئے اس جانور کو عقیقے میں استعمال کرکے قربانی کے لئے کسی دوسرے جانور کو خرید لینا درست ہے۔

لما فی العالمگیریة : ولو ملک إنسان شاة فنوی أن یضحی بها أو اشتری شاة ولم ینو الأضحیة وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک أن یضحی بها لا تجب علیه سواء کان غنیاً أو فقیرا۔ (عالمگیریة ج: ۵ ص: ۲۹۱، کتاب الأضحیة ، باب: ۱)[1]

اور جو بچہ والد صاحب کو دے دیا تھا، اس کے بارے میں والد صاحب اگر واپس زید کو ہبہ کریں تو اس کو بھی عقیقے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۱۳۹۶/۱۱/۱۵ھ
(فتویٰ نمبر ۲۵۳/۲۷و)

---

(۱) طبع مکتبه رشیدیه

وفی بدائع الصنائع ج: ۱۱ ص: ۱۷۸ (طبع مکتبه رشیدیه) ولو کان فی ملک إنسان شاة فنوی أن یضحی بها أو اشتری شاة ولم ینو الأضحیة وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک أن یضحی بها لا یجب علیه سواء کان غنیا أو فقیرا۔

وفی رد المحتار کتاب الأضحیة ج: ۶ ص: ۳۲۱ (طبع سعید) فلو کانت فی ملکه فنوی أن یضحی بها أو اشتراها ولم ینو الأضحیة وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک لا یجب۔ الخ

وکذا فی المحیط البرهانی الفصل الثانی فی وجوب الأضحیة بالنذر ج: ۵ ص: ۲۵۹ (طبع دار إحیاء التراث العربی بیروت)

نیز ''اس بکری کو ایامِ نحر میں ذبح کروں گا'' کے قول سے نذر نہ ہونے سے متعلق مزید دیکھئے ''کفایۃ المفتی'' ج:۸ ص:۲۰۰۔

فصل فی جلود الأضحیۃ

(قربانی کی کھالوں کا بیان)

سوال:- قربانی کی کھال اگر مدرسے کے ارکان میں سے ایک رکن کے ہاتھ پر فروخت کردی جائے مناسب قیمت پر، اور وہ رکن ان چمڑوں کو فروخت کرے منافع کے ساتھ تو وہ منافع مدرسے کی تعمیر وترقی یا مدرّسین کی تنخواہوں میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مدرسہ ہٰذا نہایت افلاس کے دور سے دوچار ہوا ہے۔

جواب:- اگر قربانی کی کھال مدرسے میں دی گئی ہے تو اس کی رقم کو مستحقینِ زکوٰۃ پر ہی صرف کرنا ضروری ہوگا،[١] البتہ جس رکن کو اس کی شخصی حیثیت میں بیچی گئی ہے، وہ اگر برضا ورغبت کھال کو آگے بیچ کر اس کا نفع مدرسے کو عمومی چندے کے طور پر دیدے تو اس چندے کو مہتمم مدرسے کے جس کام میں چاہے، خرچ کرسکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۳۸۸/۲/۶ھ

(فتوی نمبر ۱۹/۲۲۷ الف)

الجواب صحیح

محمد عاشق الٰہی عفی عنہ

---

(١) وفی الهداية ج: ۵ ص: ۴۴۹ (طبع رحمانية) ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم أو بما لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثمنه لأن القربة انتقلت إلى بدله.

وفی حاشيته: انتقلت القربة إلى بدله فوجب التصدق.

وفی الدر المختار ج: ۶ ص: ۳۲۸ (طبع سعيد) فإن بيع اللحم أو الجلد به أی بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه.

وفی البدائع: من باع جلد أضحية فلا أضحية له ...... فإن باع شيئا من ذلك نفذ بيعه عند أبی حنيفة و محمد و عند أبی يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح و يتصدق بثمنه لأن القربة ذهبت عنه فيتصدق به.

وفی الخلاصة: ولا بأس ببيعه بالدراهم ليتصدقها و ليس له أن يبيعه بالدراهم لينفقها على نفسه ولو فعل ذلك يتصدق بثمنه.

وفی البحر ج: ۸ ص: ۱۷۸ (طبع سعيد) ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لأنه قربة كالتصدق بالجلد واللحم .... الخ

تفصیل کے لئے دیکھئے: جواہر الفقہ ج:۱ص:۴۵۳ تا ۴۵۷ (محمد زبیر)

صاحبِ نصاب امام کو قربانی کی کھال دینے کا حکم

(فتاوی عثمانی کے ایک مسئلہ کی وضاحت)

عالی قدر وسامی منزلت، شیخ الاسلام حضرت العلام، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، أدام اللہ فیوضکم وبرکاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس وقت آنجناب سے شرفِ مکاتبت اس سلسلہ میں حاصل ہورہا ہے کہ اس ہیچمدان طالب علم کو "فتاوی عثمانی" سے استفادہ کے دوران بعض مقامات سمجھنے میں خلجان پیدا ہوا، باوجود غور وفکر خود اُس کو حل نہ کرسکا، اس لئے آنجناب کی خدمت اقدس میں عریضہ ارسال کرنے کی جرأت کی کہ اگر یہ خلجان مبنی بر جہل ہے تو إنما شفاء العی السوال پر عمل ہو۔ اور اگر اس میں کچھ واقعیت ہے تو الدین النصیحۃ پر عمل کا ثواب ملے۔

(۱)....فتاوی عثمانی جلد سوم صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰ پر صاحبِ نصاب امام کو قربانی کی کھال لینا ناجائز لکھا ہے، حالانکہ عباراتِ فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ چرمِ قربانی گوشت کے حکم میں صدقاتِ نافلہ میں سے ہے، اس لئے جس طرح گوشت کسی بھی غنی وفقیر، سید وغیر سید، مسلمان وکافر، رشتہ دار وغیر رشتہ دار کو کھلائی جاسکتی ہے، اسی طرح چرمِ قربانی بھی غنی وفقیر ہر دو کو دی جاسکتی ہے اور وہ اُسے وصول کرسکتے ہیں۔ ہاں! قربانی کی کھال کی قیمت چونکہ صدقاتِ واجبہ میں سے ہے، اس لئے صرف اُس شخص کو دی جاسکتی ہے جو مصرفِ زکوۃ ہو۔

فی الهندية: ويطعم الغنى والفقير جميعا كذا فى البدائع. ويهب منها ما شاء للغنى والفقير والمسلم والذمى كذا فى الغياثية.

(الفتاوى الهندية: كتاب الأضحية، الباب الخامس)

واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح (الهندية، الباب السادس).

جواب: گرامی قدر مکرم جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں ''فتاوی عثمانی'' کے چند مقامات کے بارے میں کچھ استفسارات تھے، ان کے بارے میں اپنی معروضات ذیل میں درج کرتا ہوں:

(۱) فتاوی عثمانی ج:۳ص: ۳۸۹و ۳۹۰ پر صاحبِ نصاب امام کو قربانی کی کھال لینا نا جائز لکھا ہے۔ اس جواب میں واقعۃً اجمال رہ گیا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر بعینہٖ کھال دی جائے تو اس میں غنی اور فقیر برابر ہیں، یعنی بعینہٖ کھال صاحبِ نصاب کو بھی دی جاسکتی ہے۔ البتہ اگر کھال قربانی کرنے والے نے فروخت کردی تو وہ پیسے صرف مستحقِ زکوٰۃ کو دئے جاسکتے ہیں، غیر صاحبِ نصاب کو نہیں دئے جاسکتے۔ شاید سوال اس سیاق میں کیا گیا ہو کہ کھال کو فروخت کرکے اس کے پیسے دینا مقصود ہو، اس لئے اس کو نا جائز لکھا گیا، اگرچہ سوال کے الفاظ میں یہ بات موجود نہیں ہے، چنانچہ اس فتوے سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اب بندہ نے فتاوی عثمانی کے جواب میں ترمیم کرکے اسے اس طرح کردیا ہے:

> ''اگر پیش امام صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اسے فطرہ اور قربانی کی کھال کے پیسے وصول کرنا جائز ہے اور اگر وہ صاحبِ نصاب ہو تو وصول کرنا جائز نہیں۔[1] البتہ اگر کھال ہی اس کو مالک بنا کر دیدی جائے تو دونوں صورتوں میں جائز ہے، پھر وہ جس طرح چاہے، استعمال کرے۔[2] بشرطیکہ یہ اس کی امامت کی اُجرت میں نہ ہو۔[3]

اللہ تعالیٰ آپ کو جزاءِ خیر اور ترقیاتِ ظاہرہ وباطنہ سے نوازیں کہ آپ نے اس طرف متوجہ فرمایا۔

واللہ اعلم

۶/۱/۱۴۳۴ھ

(فتوی نمبر ۹/ ۱۵۰۳)

---

(۱) وفی الدر المختار، کتاب الأضحیة ج: ۶ ص: ۳۲۸ (طبع سعید) فان بیع اللحم أو الجلد أی بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه وفی مجمع الأنهر، کتاب الأضحیة ج: ۴ ص: ۱۷۴ (طبع غفاریه کوئٹه) فان بدل اللحم أو الجلد به یتصدق به

(۲) وفی مجمع الأنهر، کتاب الأضحیة ج: ۴ ص: ۱۷۴ (طبع غفاریه) واللحم بمنزلة الجلد، (باقی آئندہ صفحہ پر)

فصل فی متفرقات الأضحیۃ

(قربانی کے مختلف مسائل کا بیان)

قربانی کے لئے خریدا گیا جانور اگر بیمار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال:- زید نے قربانی کے لئے کئی ماہ پہلے بکرا خریدا، اب یہ بکرا بیمار ہو گیا، زید نے ذبح کر دیا تو اس کو قصاب کے ہاتھ فروخت کر کے اور رقم ملا کر قربانی کا جانور خرید لیا جائے یا نہیں؟ یا اس کا گوشت فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے؟ اور کیا اس کا گوشت زید کو بھی کھانا جائز ہے؟

جواب:- اگر زید پر قربانی پہلے سے واجب تھی تو وہ اس بیمار بکرے کو ذبح کر کے فروخت کر سکتا ہے، اور اس کی جگہ دوسرا خرید کر قربان کر سکتا ہے، لیکن اگر زید پر قربانی پہلے سے واجب نہ تھی اور اُس نے نفلی قربانی کرنے کی غرض سے بکرا خرید لیا تھا تو اب اس بکرے کو صدقہ کرنا واجب ہے[1]، اور اس کی جگہ کوئی دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۳۹۶/۱۲/۹ھ

(فتویٰ نمبر ۲۷/۲۷۸ و)

(گذشتہ سے پیوستہ) وفی الفتاویٰ البزازیة علی الهندية ج: ٦ ص: ٢٩٤ (طبع رشيدية) أن الجلد كاللحم ليس له بيعه،

وفی البحر الرائق، كتاب الأضحية ج: ٨ ص: ٣٢٦ (طبع رشيدية) واللحم بمنزلة الجلد

وفی تبيين الحقائق، كتاب الأضحية ج: ٦ ص ٤٨٥ (طبع دار الكتب العلمية بيروت) ويأكل من لحم الأضحية ويؤكل غنی و يدخر.... ولأنه لما جاز له أن يأكل منه وهو غنی فأولیٰ أن يجوز له اطعام غيره وان كان غنيا،

وفی الهندية ج: ٢ ص: ٤٧٣ (طبع رشيديه) فان أراد الحيلة فالحيلةأن يتصدق به المتولی علی الفقراء يدفعونه الیٰ المتولی ثم المتولی يصرف الیٰ ذٰلک الخ

(٣) وفی الهندية ج: ١ ص: ١٩٠ (طبع رشيدية) ولو نوی الزكوٰة بما يدفع المعلم الیٰ الخليفة ولم يستأجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان أيضا أجزأه والا فلا وكذا فی الدرالمختار ج: ٢ ص: ٣٥٦ (طبع سعيد)

(١) وفی الشامية ج: ٦ ص: ٣٢٠ .... أن الفقير إذا اشتراها له يلزمه التصدق بعينها بلا نذر بخلاف الغنی ... الخ

وفی الدر ج: ٦ ص: ٣٢١ (ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر) (فاعل تصدق لمعينة) .... (وفقير) عطف عليه (شراها لها) لوجوبها عليه بذلک حتی يمتنع عليه بيعها۔ (جاری ہے)

قربانی کے لئے تیسرا جانور خریدنے کے بعد پہلے ذبح نہ کئے گئے دو جانوروں کا حکم

سوال:- زید نے ایک گائے قربانی کی نیت سے خریدی، بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی عمر کم ہے، یعنی دوسال سے کم ہے، اُس نے دوسری گائے خریدی، وہ بھی گابھن نکلی، لوگوں نے کہا کہ گابھن گائے کی قربانی نہیں ہوتی، پھراس نے تیسری گائے خریدی، اوراس کی قربانی کی، اب سوال یہ ہے کہ دوسری گائے جوگابھن نکلی، اس کا کیا کرنا چاہئے؟۔

جواب:-اگرزید پرقربانی واجب تھی تو اس کاواجب تیسری گائے سے اداہوگیا، اب پہلی اوردوسری گائیں اس کی ملکیت ہیں، ان کا جوچاہے کرے، اوراگراس پرقربانی واجب نہیں تھی، بلکہ نفلی قربانی کی نیت سے گائے خریدی تھی تو دوسرے گائے جوگابھن ہے، اس کی بھی قربانی لازم ہے۔[1]

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۳۹۷/۱/۵ھ

(فتوی نمبر ۲۸/۳۴ الف)

(گذشتہ سے پیوستہ) (فاعل تصدق لمعینة) .... (وفقیر) عطف علیه (شراها لها) لوجوبها علیه بذلک حتی یمتنع علیه بیعها.

وفی الشامیة تحته (قوله: لوجوبها علیه بذلک) أی بالشراء و هذا ظاهر الروایة لأن شراء ه لها یجری مجری الإیجاب و هو النذر بالتضحیة عرفاً کما فی البدائع.

وفی الهدایة ج: ۴ ص: ۴۴۵ (طبع رحمانیه) ولو لم یضح حتی مضت أیام النحر إن کان أوجب علی نفسه أو کان فقیرا وقد اشتری الأضحیة تصدق بها حیة وإن کان غنیا تصدق بقیمة شاة اشتری أو لم یشتر "لأنها واجبة علی الغنی .وتجب علی الفقیر بالشراء بنیة التضحیة عندنا ....الخ

وفی المحیط البرهانی الفصل الخامس ج۵ ص ۶۶۲ (طبع داراحیاء التراث العربی بیروت) واذا مضی ایام النحر فقد فاته الذبح لان الاراقة انما عرفت فی زمان مخصوص ولکن یلزمه التصدق بقیمة الاضحیةاذا کان ممن یجب علیه الاضحیةفان کان اوجب شاة بعینها او اشتری لیضحی بها فلم یفعل حتی مضت ایام النحر تصدق بها حیة لانه تعذر اقامة القربة من حیث الذبح لفوات الوقت.

(۱) دیکھئے سابقہ حاشیہ

بہو کا سسر کی طرف سے بھیجے جانے والے بکرے سے قربانی کا حکم

سوال:- میں نے اپنے لڑکے کی منگنی پانچ سال سے کر رکھی ہے، میں اپنی بہو کو بقرعید پر قربانی کا بکرا اپنے لڑکے کی طرف سے بھیجتا رہا ہوں، جو قربانی بھیجی جاتی ہے، آیا وہ کنوارہ پن کی وجہ سے بہو کو بھیجنا مناسب ہے؟ وہ خدا کے یہاں مقبول ہوگی یا نہیں؟ یا بغیر نکاح ہوئے وہ خدا کے یہاں قربانی شمار نہیں ہوگی؟ اس لڑکی کی قربانی میرے لڑکے پر واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ سابقہ قربانیاں خدا کے یہاں کس مد میں شمار ہوں گی؟

جواب:- قربانی ہر شخص پر اپنی واجب ہوتی ہے، شوہر پر بیوی کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہے، بلکہ اگر بیوی صاحبِ نصاب ہے تو اس پر اپنے مال میں سے قربانی کرنا واجب ہے۔[1] اگر شوہر اس کے لئے بکرا خریدے تو یہ بکرا اپنی بیوی کو ہبہ کردے، پھر وہ اپنی طرف سے قربانی کردے تو درست ہے،[2] اور جب نکاح کے بعد یہ حکم ہے تو نکاح سے پہلے تو بطریقِ اولیٰ یہی حکم ہوگا، لہٰذا آپ اب تک جو بکرا اپنی ہونے والی بہو کے پاس بھیجتے رہے ہیں، وہ آپ کی طرف سے اس کو ہدیہ ہے اور اس کی قربانی اس سے ادا ہوگئی، آئندہ آپ پر بھیجنا واجب نہیں۔ واللہ اعلم

۱۳۹۶/۱۱/۲۲ھ

(فتویٰ نمبر ۲۵۹۴/۲۷ و)

---

(۱) وفی الدر المختار ج: ۶ ص: ۳۱۵ (طبع سعید) تجب علی حر مسلم مقیم موسر بیسار الفطرة عن نفسه۔

(۲) وفی خلاصة الفتاوی ج: ۴ ص: ۳۱۷ ولو وهب رجل من رجل شاة فضحی بها ثم أراد أن یرجع فی هبته فعند أبی یوسف لیس له ذلک و لا یجب علی المضحی أن یتصدق بشیء ۔ و فی الهندیة ج: ۵ ص: ۳۰۳۔ (طبع رشیدیه)

رجل وهب لرجل شاة فضحی بها الموهوب له او ذبحهالمتعة او جزاء صید ثم رجع الواهب فی الهبة صح الرجوع وجازت الاضحیة والمتعة وعن ابی یوسف انه لا یصح الرجوع فی الهبة ولیس علی الموهوب له فی الاضحیة والمتعة ان یتصدق بشی۔

ذبح کرنے کی اُجرت لینے کا حکم اور یہ اُجرت کس کے ذمے ہے؟

سوال:- اگر کوئی دوست یا رشتہ دار عید کو بکرا ذبح کروائے تو ذبح کرنے کا پیسہ لینا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ اُجرت کس پر ہے؟

جواب:- ذبح کرانے کی اُجرت اسی کے ذمے ہے جس کی طرف سے ذبح کیا جارہا ہے، لہٰذا یہ اُجرت لینا درست ہے۔[۱] واللہ اعلم

۱۳۹۷/۷/۱۵ھ

(فتویٰ نمبر ۲۸/۱۰۸ الف)

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ

سوال:- قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنے کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں اور کیا سارا گوشت خود کھا لینا جائز ہے؟

جواب:- قربانی کے بارے میں مستحب یہ ہے کہ اس کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ اپنا، ایک غریبوں کا اور ایک رشتہ داروں کا، لیکن اگر کسی جگہ غرباء دستیاب نہ ہوں تو سارا گوشت خود کھانا یا رشتہ دار کو کھلا دینا بھی جائز ہے۔[۲] واللہ اعلم

۱۴۰۰/۱۱/۶ھ

---

(۱) ويجوز الاستئجار على الذكاة (أى الذبح) لأن المقصود منها قطع الأوداج دون إماتة الروح و ذلك يقدر عليه، كذا فى السراج والوهاج (الفتاوى الهندية ج: ۴ ص: ۴۵۴، (طبع ماجديه كوئٹه)
فى الجوهرة النيرة ج: ۱ ص: ۳۱۸ (طبعى قديمى كتب خانه) ويجوز الاستئجار على الذكاة؛ لأن المقصود منها قطع الأوداج دون إماتة الروح اهـ (كتاب الإجارة فصل فى الأجير المشترك و الخاص)
نیز دیکھئے: کفایت المفتی ج: ۸ص: ۲۴۳ (جدید ایڈیشن دارالاشاعت کراچی)

(۲) وفى الدر المختار ج: ٦ ص: ۳۲۸ (طبع سعيد) وندب أن لا ينقص التصدق عن الثلث۔ وندب تركه لذى عيال توسعة عليهم۔ وفى الشامية تحته (قوله وندب إلخ) قال فى البدائع :والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقربائه وأصدقائه ويدخر الثلث ويستحب أن يأكل منها، ولو حبس الكل لنفسه جاز لأن القربة فى الإراقة والتصدق باللحم تطوع۔
نیز دیکھئے: احکام وتاریخِ قربانی ص: ۳۹ مصنفہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔